شہاب الدین مقتول اور فلسفۂ مشائیت

جناب شبیر احمد خانصاحب غوری ایم۔ اے ایل ایل بی۔ بی ٹی ایچ، رجسٹرار امتحانات عربی فارسی
(اترپردیش)

برہان کی کسی سابقہ اشاعت میں جناب حکیم فضل الرحمٰن صاحب صواتی نے حافظ ابن تیمیہؒ کی حسب ذیل عبارت پر تعقب فرمایا ہے:

لٰكِنَّ هٰذِهِ الْفَلْسَفَةَ الَّتِيْ يَسْلُكُهَا الْفَارَابِيْ وَابْنُ سِيْنَا وَابْنُ رُشْدٍ وَالسُّهْرَوَرْدِيُّ الْمَقْتُوْلُ وَنَحْوُهُ فَلْسَفَةُ الْمَشَّائِيْنَ وَهِيَ الْمَنْقُوْلَةُ عَنْ اَرِسْطُوْ الَّذِيْ يُسَمُّوْنَهُ الْمُعَلِّمَ الْاَوَّلَ[1]

اس تعقب کی توضیح میں حکیم صاحب نے فرمایا ہے

"فلاسفہ میزانین اور متکلمین نے عالم کے چار قسم کئے ہیں صوفی، اشراقی، متکلم، مشائی اور وجہ انحصار یوں لکھی ہے کہ عالم یا تو اثباتِ مدعٰی استدلال سے کرتا ہوگا اور یا تزکیۂ نفس سے اور ان میں سے ہر ایک یا تو تابعِ دین سماوی ہوگا یا نہ ہوگا۔ جو استدلال سے کام لیتا ہو اور تابعِ دین سماوی ہو وہ متکلم ہے اور جو تابعِ دین سماوی نہ ہو اور استدلالی ہو وہ مشائی ہے۔ جیسے ارسطو اور اس کے متبعین اور جو تزکیۂ نفس سے کام لیتا ہو اور ساتھ اس کے تابعِ دین سماوی ہو وہ صوفی ہے اور جو تابعِ دین سماوی نہ ہو وہ اشراقی ہے جیسے افلاطون اور اسکے متبعین۔ شیخ شہاب الدین مقتول مشائی نہیں بلکہ اشراقی ہے اور معمولی اشراقی بھی نہیں بلکہ شیخ الاشراق کے لقب سے مشہور ہے، اسکو مشائیوں کی صف میں کھڑا کر دینا ایسی سخت

---

[1] لیکن یہ فلسفہ جس کے مسلک پر فارابی ابن سینا۔ ابن رشد، شہاب الدین سہروردی مقتول اور اس جیسے لوگ گامزن ہیں مشائین کا فلسفہ ہے جو ارسطو سے منقول ہے جسے (ارسطو) لوگ معلم اول کے لقب سے موسوم کرتے ہیں۔

ظلم ہے مشائیوں کا تو وہ اس قدر خلاف ہے جس قدر کہ خود ابن تیمیہؒ خلاف ہیں۔ ان کی مخالفت کا نقشہ کوئی دیکھنا چاہے تو صدرا مصنفہ صدر الدین شیرازی کا مطالعہ کرے۔ بحثِ اثبات ہیولیٰ میں مشائیوں اور اشراقیوں کی جو لڑائی ہے اس میں اشراقیوں کی طرف سے مشائیوں کے مقابلہ میں شیخ شہاب الدین مقتول (شیخ الاشراق) اشراقیوں کے سپہ سالار معلوم ہوتے ہیں اور مشائیوں پر سخت حملے کرتے ہیں اور ان کے دلائل کی بڑی عمدگی سے تردید کرتے جاتے ہیں"[1]

اس تعقب کا ماحصل یہ ہے کہ ابن تیمیہؒ کا سہروردی مقتول کو مشائیوں کی صف میں کھڑا کر دینا سخت غلطی در سخت ظلم ہے کیونکہ :-

۱۔ تقسیم مذکور کے مطابق وہ اشراقی ہیں۔

۲۔ شیخ الاشراق کے لقب سے مشہور ہیں اور

۳۔ صدرا میں انھوں نے مشائیوں پر سخت حملے کئے ہیں اور ان کے دلائل کی بڑی عمدگی سے تردید کی ہے

حکیم صاحب کے معصد بالا تعقب کے ساتھ میں خود کو متفق بنانے سے قاصر پاتا ہوں۔ ایسا اندیشہ ہوتا ہے کہ انھوں نے علامہ ابن تیمیہؒ کی جامعیت کا کماحقہ اندازہ نہیں لگایا۔ اسلامی ثقافت کا یہ عبقری صرف مفسر و محدث ہی نہیں تھا بلکہ تاریخ ملل و نحل اور اسلامی فکر کی مختلف تحریکوں کا بھی زبردست عالم تھا۔

ابن تیمیہ اور فلسفیانہ افکار سے واقفیت

ابن شاکر کتبی نے حافظ شمس الدین الذہبی سے نقل کیا ہے:

"فاما معرفته بالملل والنحل والاصول والكلام فلا اعلم له فيه نظيرا"[2]

جہاں تک ابن تیمیہؒ کی تاریخ ملل و نحل اور اصول و کلام سے واقفیت کا تعلق ہے تو مجھے ان علوم میں اُن کے مانند کوئی شخص معلوم نہیں۔

اور باوجود سلفی المذہب متبع کتاب و سنت اور "منکر فلسفہ" ہونے کے وہ فلسفہ کے دقائق و غوامض سے شاید اُن کے دور فلسفہ کے معتقدین سے بھی زیادہ واقف تھے۔ ابن شاکر نے آگے چل کر لکھا ہے:

وان لاح ابن سینا يقدم الفلاسفة
اور اگر ابن سینا ظاہر ہوتا کہ فلاسفہ کو آگے بڑھائے

[1] برہان دسمبر ۱۹۵۹ء صفحہ ۳۶۸-۳۶۹۔ [2] فوات الوفیات جلد اول صفحہ

"فلسهم وجنّهم وهتك استارهم — تو وہ (ابن تیمیہؒ) انھیں مفلس و دیوالیہ بنادیتے،
وكشف عوارهم"[۱] — ان کے پردوں کو چاک کر دیتے اور ان کی کمزوریاں
.... کو بے نقاب کر دیتے۔

اور ابن شاکر کے یہ الفاظ مبالغہ نہیں ہیں چنانچہ منہاج السنۃ، بیان موافقۃ صریح المعقول لصحیح المنقول اور الرد علی المنطقیین اس پر شاہد ہیں۔ ان کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فلاسفہ کی ہفوات و اباطیل سے بیزار ہونے کے باوجود اُن کی باہمی تفریق و تدقیق پر خبرۂ تامہ رکھتے تھے۔ مثلاً وحدت الوجود کے بارے میں بڑے بڑے افاضل کا خیال ہے کہ اس کے قائلین "وجودِ مطلق" کو حقیقت باری سمجھتے ہیں۔ مگر علامہ ابن تیمیہؒ نے بتایا ہے کہ نہیں اس باب میں "فرقِ وجودیہ" کے تین گروہ ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں:-

"وهؤلاء منتهاهم ان يقولوا هو الموجود المطلق بشرط الاطلاق كما قاله طائفة منهم او بشرط نفي الامور الثبوتية كما قاله ابن سينا واتباعه او يقولون هو الموجود المطلق لا بشرط كما يقوله القونوي" (بیان صریح المعقول لصحیح المنقول جلد اول ص۱۷۱)

(اور ان لوگوں کا (فرق وجودیہ کا) منتہائے کمال یہ ہے کہ وہ ذات باری کو وجودِ مطلق بتاتے ہیں (اس میں ان کے تین مذہب ہیں)

(۱) وجودِ مطلق بشرط الاطلاق۔ یہ ایک گروہ کا مذہب ہے۔

(ب) وجودِ مطلق بشرط نفی الامور الثبوتیہ۔ یہ ابن سینا اور اس کے متبعین کا مذہب ہے۔

(ج) وجودِ مطلق لابشرط شی۔ یہ صدر الدین القونوی (اور اسی طرح ابن عربی، ابن سبعین اور ابن الفارض وغیرہم)[۲] کا مذہب ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ نہ صرف متکلمین اسلام کی فکری کاوشوں سے واقف تھے بلکہ اُن پر فلاسفہ نے جو نقد و تبصرہ کیا تھا اس سے بھی تفصیلی طور پر واقف تھے۔ مثال کے طور پر متکلمین سابقین کی خوشہ چینی کے بعد امام رازیؒ نے حدوث عالم

[۱] فوات الوفیات جلد اول صفحہ ۔ [۲] بیان صریح المعقول لصحیح المنقول برحاشیہ منہاج السنۃ جلد اول ص۱۸۱

پر جو دلائل قائم کئے تھے اور اثیر الدین الابہری نے ان دلائل کی جو ترمیم کی تھی علامہ اُس سے پورے طور پر آگاہ تھے چنانچہ بیان صریح المعقول لصحیح المنقول میں معتزلہ اور اشاعرہ کے منہاج پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"والابهری قد ابطل حجة المعتزلة	اور معتزلہ اور اشاعرہ وغیرہ نے حدوث اجسام
والاشعرية ونحوهم على حدوث	پر جو دلائل قائم کئے ہیں، اثیر الدین ابہری نے
الاجسام واراد ان يعتذر عن	ان کا ابطال کیا ہے اور فلاسفہ کی جانب سے
الفلاسفة فقال"[1]	معذرت کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اس کے بعد امام رازیؒ پر ابہری کے اعتراضات کو نقل کیا ہے۔

یہی نہیں بلکہ وہ اس تفصیل سے بھی واقف تھے کہ اساطین مفکرین اسلام کی عبقریت کی تشکیل میں کن کن مفکرین قدیم کے افکار و نظریات نے حصہ لیا ہے مثلاً امام رازیؒ کے متعلق یہ تفصیل شاید متکلمین و فلاسفہ کو بھی معلوم نہ ہو کہ انھوں نے اپنے پیشرؤوں میں سے کس کس سے استفادہ کیا ہے اور کس کس سے نہیں مگر ابن تیمیہؒ نے امام رازیؒ نیز اُن کے پیشرؤوں کی مصنفات کا بڑی دقت نظری سے مطالعہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

"ابوعبد الله الرازی غالب مادته فی	ابو عبد اللہ (امام فخر الدین) رازی نے معتزلہ
کلام المعتزلة ما یجده فی کتب	میں سے ابو الحسین البصری اور اس کے شاگرد
ابی الحسین البصری وصاحبه محمود	محمود خوارزمی اور اُس کے استاد عبد الجبار ہمدانی
الخوارزمی وشیخه عبد الجبار الهمدانی	کی کتابوں سے استفادہ کیا ہے، فلاسفہ میں سے
ونحوهم وفی الکلام الفلاسفة ما یجده	شیخ بو علی ابن سینا اور ابو البرکات بغدادی
فی کتب ابن سینا وابی البرکات ونحوهما	وغیرہما کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا ہے اور
وفی مذهب الاشعری علی کتب	اشاعرہ میں سے ابو المعالی کی کتابوں مثلاً کتاب
ابی المعالی کالشامل ونحوه وبعض کتب	الشامل وغیرہ سے اور قاضی ابو بکر باقلانی وغیرہ
القاضی ابی بکر وامثاله واما کتب	کی کتابوں سے فیض حاصل کیا ہے۔ رہیں علما اشاعرہ

[1] بیان موافقة صریح المعقول لصحیح المنقول جلد اول ص ۳

الائمة كابي الحسن الاشعري وابي محمد بن كلاب وامثالهما وكتب قدماء المعتزلة والنجارية والضرارية ونحوهم فكتبه تدل على انه لم يكن يعرف ما فيها عن الكلام مذهب طوائف الفلاسفة المتقدمين [1]	جیسے امام ابوالحسن الاشعری اور امام ابومحمد بن کلاب وغیرہ نیز قدماء معتزلہ و نجاریہ و ضراریہ وغیرہم کی کتابیں تو امام رازیؒ کی کتابوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان قدماء کی کتابوں کے مضامین سے واقف نہیں تھے۔ سی طرح وہ قدیم فلاسفہ کے مختلف مکاتب خیال سے بھی واقف نہیں تھے۔

یہ چند مثالیں جن کا استقصاء تقریباً ناممکن ہے، ظاہر کرتی ہیں کہ علامہ ابن تیمیہؒ نے فلاسفہ کی ہفوات و اباطیل کا نیز مشہور عباقرۂ اسلام کی فکری تشکیل کا بڑی دقتِ نظر سے مطالعہ کیا تھا۔ لہٰذا ایسے بالغ النظر محقق سے یہ تسامح مستبعد معلوم ہوتا ہے کہ وہ بغیر کسی بنیاد کے "اشراقی اعظم" (شیخ الاشراق) کو مشائیوں کی صف میں لاکر کھڑا کردیں۔ اور یہی نہیں کہ اتفاقاً کسی جگہ ان سے اس قسم کا تسامح ہو جائے بلکہ بار بار اس کا اعادہ کرتے ہیں۔ الرّد علی المنطقیین میں لکھتے ہیں:-

ولكن مذهب الفلاسفة الذين نصره الفارابي وابن سينا وامثالهما كالسهروردي المقتول على الزندقة وكابي بكر ابن الصائغ وابن رشد الحفيد هو مذهب المشائين [2]

ذیل میں اسی استبعاد کی توضیح کی جارہی ہے۔

۱۔ سہروردی اور اشراقیت

حکیم صاحب کی یہ دلیل کہ سہروردی "عالم" کی مینہ اقسام چہارگانہ (جو ان کی مشائی کا مصداق نہیں ہے) ابی ہے) محلِ نظر ہے کیونکہ

اولاً: اس تقسیم کی سند مبہم ہے

---

[1] موافقہ صریح المعقول لصحیح المنقول جلد ثانی ص۸ ۔ [2] الرد علی المنطقیین ص۳۲۵ ۔

ثانیاً: یہ تقسیم جامع نہیں ہے؛ اور

ثالثاً۔ علی سبیل التنزل اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ یہ تقسیم مستند اور جامع ہے تب بھی واقعات اس نتیجے کے نکالنے میں مساعدت نہیں کرتے جو حکیم صاحب نے نکالا ہے۔

عالم کی بینی تقسیم چہار گانہ۔ | حکیم صاحب نے فرمایا ہے

"فلاسفہ میزانیین اور متکلمین نے عالم کی چار قسم کئے ہیں صوفی، اشراقی، متکلم، مشائی۔"

لیکن یہ نہ معلوم ہو سکا کہ "فلاسفہ میزانیین" اور "متکلمین" کا یہ

۱۔ متفقہ قول ہے یا

۲۔ ان کی کسی جماعت کا قول ہے یا

۳۔ ان کے بعض افراد کا قول ہے

در حقیقت یہ فلاسفہ و متکلمین کا متفقہ قول نہیں ہے کیونکہ مشاہیر فلاسفہ و متکلمین کے یہاں یہ تقسیم دیکھنے میں نہیں آئی۔

فلسفہ میں قدیم ترین فلسفی جس سے تاریخ اسلام واقف ہے ابو یوسف یعقوب بن اسحٰق الکندی ہے[٥]۔ عالم یا علوم کی تقسیم پر کندی کی کسی کتاب کا علم نہیں لیکن اس کے جو چند رسائل ہنوز موجود ہیں ان میں ایک رسالہ "فی کمیۃ کتب ارسطوطالیس وما یحتاج الیہ فی تحصیل الفلسفۃ" ہے جسے عبد الہادی ابوریدہ نے رسائل الکندی الفلسفیۃ کے ضمن میں شائع کر دیا ہے[٦]۔ میں نے اس رسالہ کا یوں ذکر کیا کہ شیخ بو علی سینا نے بھی کچھ اسی طرح کا رسالہ "فی اقسام العلوم العقلیۃ" مرتب کیا۔ بہر حال کندی کے اس رسالہ میں حکیم صاحب کی بینی تقسیم چہار گانہ نہیں ملتی۔ مسلمانوں میں "فلاسفہ میزانیین" کا مصداق اولین ابو نصر فارابی ہے جیسا کہ قاضی صاعد نے اس کے تذکرے میں لکھا ہے

---

[٥] میں نے فلسفۂ یونان کو قصداً نظر انداز کر دیا ہے کیونکہ نہ تو اصولاً ان کے یہاں ہمیں اس انداز کی تقسیم کی توقع کرنی چاہیے اور نہ عملاً ملتی۔ [٦] "رسائل الکندی الفلسفیہ" مرتبہ ڈاکٹر عبد الہادی ابوریدہ شائع کردہ دار الفکر العربی بمصر ۱۹۵۰ء، صـ ۳۵۹ - ۳۶۲ -

"ابونصر محمد بن محمد بن نصر الفارابی فیلسوف المسلمین بالحقیقۃ"[۱]

اسی طرح ابن القفطی نے لکھا ہے

"محمد بن محمد بن طرخان ابونصر الفارابی ..... فیلسوف المسلمین غیر مدافع"[۲]

اور اپنے فضل وکمال کی بنا پر متاخرین میں "المعلم الثانی" کے لقب سے مشہور ہے۔ اس نے تقسیم علوم پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "احصاء العلوم" لکھا تھا جو نہ صرف مشرق ہی میں مقبول ہوا بلکہ یورپ میں بھی غیر معمولی اعتنا کا مستحق سمجھا گیا۔ اس کے مقدمہ میں فارابی لکھتا ہے:-

"قصدنا فی ھذا الکتاب ان نحصی العلوم المشھورۃ علماً علماً.... ونجعلہ فی خمسۃ فصول: الاول فی علم اللسان واجزاءہ والثانی فی علم المنطق واجزاءہ والثالث فی علوم التعالیم وھی العدد والھندسۃ وعلم المناظر وعلم النجوم التعلیمی وعلم الموسیقی وعلم الاثقال وعلم الحیل والرابع فی العلم الطبیعی واجزائہ وفی العلم الالٰہی واجزائہ والخامس فی العلم المدنی واجزائہ وفی علم الفقہ وعلم الکلام"[۳]

اس کتاب میں ہمارا ارادہ ہے کہ ہم علوم مشہورہ کو گنائیں ..... اور انھیں پانچ فصلوں میں بیان کریں: پہلی فصل لسانی علوم اور اس کی شاخوں کے بیان میں، دوسری فصل علم المنطق اور اس کے اجزاء ثمانیہ کے بیان میں، تیسری فصل علوم ریاضیہ یعنی حساب، ہندسہ، علم المناظر، ہیئت، موسیقی، جراثقال اور میکانکس میں، چوتھی فصل طبیعیات والٰہیات اور ان کے اجزاء و مباحث کے بیان میں اور پانچویں فصل علوم اجتماعیات اور اس کی شاخوں نیز علم الفقہ اور علم الکلام کے بیان میں۔

ظاہر ہے کہ فارابی کی یہ تقسیم مذکورۃ الصدر تقسیم چہارگانہ سے قطعاً مختلف ہے۔

اس سے زیادہ منطقی تقسیم فارابی نے "التنبیہ علی سبیل السعادۃ" میں کی ہے۔ وہ کہتا ہے علم کی دو قسمیں

[۱] طبقات الامم للقاضی صاعد اندلسی ص ۸۳۔ [۲] اخبار العلماء باخبار الحکماء لابی القفطی ص ۱۸۲

[۳] احصاء العلوم للفارابی ص ۴۳۔

ہیں: ایک وہ جس کے ذریعے اُن موجودات کی معرفت حاصل ہوتی ہے جن کے اندر انسان کے فعل کا کوئی دخل نہیں ہے، انہیں علوم نظریہ کہتے ہیں۔ دوسری وہ جس سے اُن امور کی معرفت حاصل ہوتی ہے جو انسان کے ارادہ اختیار کے اندر ہیں اور انہیں علوم عملیہ اور فلسفۂ مدنیہ کہتے ہیں۔ پھر علوم نظریہ کی تین قسمیں ہیں۔ علم التعالیم (ریاضی) علم طبیعی اور العلم الالٰہی (یا علم مابعد الطبیعۃ)۔ اسی طرح موخر الذکر (علوم عملیہ) کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس سے افعالِ جمیلہ کا علم حاصل ہوتا ہے اُسے الصناعۃ الخلقیۃ یا علم الاخلاق کہتے ہیں، دوسری قسم اُن امور کی معرفت پر مشتمل ہے جس سے اہلِ مدن کو نیک باتیں حاصل ہوتی ہیں، اسے علم المدن کہتے ہیں۔

بعد میں اس تقسیم کو شیخ بو علی سینا نے جو نام نہاد اسلامی فلسفہ کا بانی ہے اپنا لیا۔ اُس نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ بعنوان "اقسام العلوم العقلیۃ" لکھا اور اس انداز تقسیم کی بنیاد ڈالی جو آج کے دن تک فلاسفہ میں مروج ہے۔ یعنی حکمت کی دو قسمیں ہیں، حکمتِ نظری اور حکمتِ عملی۔ حکمتِ نظری کی تین قسمیں ہیں: طبیعیات، ریاضیات اور الٰہیات۔ اور دوسری حکمت عملی کی تین قسمیں ہیں، علم الاخلاق، تدبیر منزل اور سیاستِ مدنی۔ اس کے بعد ہر قسم کے اصول و فروع میں تقسیم کر کے ہر ایک کو ذیلی مباحث میں تقسیم کیا۔ اسی تقسیم کو بعد کے تمام فلاسفہ نے ملحوظ رکھا: مثلاً اثیر الدین الابہری نے ہدایۃ الحکمۃ میں اور ہدایۃ الحکمۃ کے شارحین (جیسے صدر الدین شیرازی) نے اپنی اپنی شرحوں میں۔ اسی طرح امام غزالیؒ نے مقاصد الفلاسفہ میں اور محقق طوسی نے اخلاق ناصری میں بیان کیا ہے۔ یہ تقسیم بھی اساسی طور پر مذکورۃ الصدر تقسیم چہارگانہ سے مختلف ہے۔

متکلمین کو دو ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) متکلمین اہلِ بدعت جن کی ابتدا واصل بن عطاء الغزال معتزلی سے ہوتی ہے اور اس دور کا آخری متکلم ابو علی الجبائی ہے[۱] (۲) متکلمین اہلِ سنت جن کی ابتدا امام ابو الحسن الاشعری سے ہوتی ہے اور اس گروہ کے خاتم امام فخر الدین الرازیؒ ہیں۔

مگر دونوں ادوار کے متکلمین میں سے کسی کے یہاں مذکور الصدر تقسیم چہارگانہ کا پتہ نہیں چلتا۔

محقق طوسی کے بعد فلسفہ اور کلام آپس میں مخلوط ہو گئے چنانچہ ابنِ خلدون نے کہا ہے:۔

"ثم توغل المتاخرون من بعدھم ... بعد ازاں متاخرین نے کتب فلسفیہ کی مخالطت

---

[۱] اگرچہ اس کے بعد دو معتزلی متکلمین بھی پیدا ہوئے مگر اس جیسا فاضل بعد میں پیدا نہیں ہوا۔

فی مخالطة کتب الفلسفیة والتبس علیهم مثال الموضوع فی العلمین فحسبوه فیهما واحداً من اشتباه المسائل فیها ۔ ۔ ۔ ۔ ولقد اختلطت الطریقتان عند هؤلاء المتاخرین والتبست مسائل الکلام بمسائل الفلسفة بحیث لا یتمیز احد الفنین من الآخر ولا یحصل علیه من کتبهم کما فعله البیضاوی فی الطوالع ومن جاء بعده من علماء العجم فی جمیع تآلیفهم[1]

. . . .

. . . .

میں بہت زیادہ مبالغہ کیا اور دونوں فنون (کلام وفلسفہ) کے موضوع کی حقیقت ایک دوسرے کے ساتھ مل گئی ۔ پس مسائل کی شابہت کی وجہ سے دونوں کے موضوع کو ایک ہی سمجھا ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ اور متاخرین کے نزدیک دونوں طریقے خلط ملط ہوگئے اور مسائل کلامیہ مسائل فلسفہ کے ساتھ اس طرح مل جل گئے کہ ایک فن دوسرے سے غیر ممیز ہوگیا اور نہ طالب فن ان کی کتابوں سے اسے حاصل کرسکتا ہے ۔ اس طریقہ کو قاضی ناصر الدین بیضاوی نے "طوالع الانوار" میں اختیار کیا ہے اور (اسی طرح) ان کے بعد جو دوسرے عجمی علماء ہوئے انھوں نے اپنی اپنی تصانیف میں

اس اختلاط فنین والتباس موضوع کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد میں محض فلسفی یا محض متکلم بہت ہی کم پیدا ہوئے۔ البتہ ایک نئی جماعت معقولیوں کی جنھیں قاموس نویس (ENCYCLOPAEDIASTS.) کہنا کچھ زیادہ البعد عن الصواب نہ ہوگا پیدا ہوئی ۔ محقق طوسی، قطب الدین شیرازی، قاضی بیضاوی، شمس الدین اصفہانی، سراج الدین ارموی، علامہ تفتازانی، میر سید شریف جرجانی، کمال الدین مسعود شروانی، محقق دوانی، خواجہ جمال الدین محمود، مرزاجان شیرازی، صدر الدین شیرازی، میر غیاث الدین منصور، میر فتح اللہ شیرازی وغیرہم اسی جماعت کے گل سرسبد ہیں۔ محض فلسفی یا محض متکلم کے مصداق بہت ہی کم تھے مثلاً اثیر الدین الابہری، کاتبی قزوینی، میر باقر داماد، صدر الدین شیرازی، ملا محمود جونپوری فلاسفہ میں اور قاضی عضد الدین الایجی متکلمین میں ۔

لیکن مذکورالصدر تقسیم چہارگانہ نہ ان متکلمین میں ملتی ہے نہ خالص فلاسفہ میں اور نہ اس نئے طبقہ

---

[1] مقدمہ ابن خلدون ص ۳۸۹ ۔

علمائے معقول میں۔

تقسیم علوم کے موضوع پر ایک اور جماعت نے بھی لکھا ہے۔ لیکن اصولاً یہ فلاسفہ و میزانین یا متکلمین کی جماعت نہیں تھی بلکہ ادبا و کتاب کی جماعت تھی جس کے پیش نظر یا تو مختلف علوم میں استعمال ہونے والے مصطلحات کی توضیح تھی یا مختلف علوم و فنون میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں ان کی فہارس مرتب کرنا تھا۔ اس قسم کی قدیم ترین کتاب محمد بن اسحاق المعروف با بن الندیم کی کتاب الفہرست ہے۔ اس میں دس مقالے ہیں

مقالۂ اولیٰ = دنیا کی زبانیں اور رسم الخط' الہامی کتابیں اور علوم قرآن۔	مقالۂ سادسہ = علم الفقہ والحدیث
مقالۂ ثانیہ = علم نحو	مقالۂ سابعہ = علوم حکمیہ (فلسفہ، ریاضی اور طب)
مقالۂ ثالثہ = علم التاریخ	مقالۂ ثامنہ = خرافاتی علوم (افسانوی ادب
مقالۂ رابعہ = شعر و شعراء	مقالۂ تاسعہ = ملل و نحل
مقالۂ خامسہ = علم الکلام	مقالۂ عاشرہ = علم الکیمیا

ابن الندیم کا ہمعصر ابو عبداللہ محمد بن احمد بن یوسف الکاتب الخوارزمی تھا (سال وفات ۳۸۷ھ) ابن الندیم نے جیسا کہ خود کتاب نے اپنے زمانہ کی مروجہ کتابوں کی فہرست (BIBL IOGRAPHY) مرتب کی تھی۔

"ھذا فہرست کتب جمیع الامم من العرب والعجم الموجود منہا بلغۃ العرب وقلمہا فی اصناف العلوم واخبار مصنفیہا"[1]

الخوارزمی نے "مفاتیح العلوم" میں مختلف علوم کا تعارف کرایا تھا۔ کتاب کے دو حصے تھے ایک علوم شرعیہ میں دوسرا یونانی علوم کے بیان میں۔

وجعلتہ مقالتین احدٰہما لعلوم الشریعۃ وما یقترن بہا من العلوم العربیۃ والثانیۃ لعلوم العجم من الیونانیین وغیرہم من الامم[2]	اور میں نے اس کتاب کو دو مقالوں پر تقسیم کیا ہے: ایک شرعی علوم اور ان سے متعلق عربی زبان کے (لسانی) علوم کے بیان میں اور دوسرا یونانی اور دیگر اقوام کے غیر عربی (علوم دخیلہ) کے بیان میں۔

---

[1] الفہرست لابن الندیم ص ۲ - [2] مفاتیح العلوم للخوارزمی ص ۴

پہلے مقالہ میں چھ ابواب ہیں: فقہ، کلام، نحو، کتابت و دیوان (SECRETARIAL PRO-CEEDURE) شعر و عروض اور تاریخ۔ دوسرے مقالہ میں نو باب ہیں: فلسفہ، منطق، طب، علم الحساب، ہندسہ، نجوم، موسیقی، علم الحیل (MECHANICE) اور کیمیا۔

آٹھویں صدی میں شمس الدین محمد بن ابراہیم بن ساعد السنجاری الکفانی (المتوفی ۷۴۹ھ) نے اسی موضوع پر رسالہ "ارشاد القاصد الی اسنی المقاصد" مرتب کیا مگر تقسیم و ترتیب کتاب میں اکثر فارابی ہی کا اتباع کیا اور خصوصیت سے اس کی احصاء العلوم کو سامنے رکھا۔

آٹھویں صدی کے نصف آخر میں مورخ شہیر ابن خلدون نے اپنی تاریخ (کتاب العبر و دیوان المبتدا والخبر) کے مقدمہ کی آخری فصل میں مختلف علوم کے نشو و ارتقاء پر ایک مبسوط بحث لکھی۔

لیکن ان دونوں مصنفوں کے یہاں علوم (یا علماء) کی تقسیم میں بعینہ تقسیم چہارگانہ کا ادنیٰ ایہام بھی نہیں پایا جاتا۔

دسویں صدی کے وسط میں طاشکبری زادہ نے اس موضوع پر "مفتاح السعادۃ و مصباح السیادۃ" لکھی اور تین سو سے زائد علوم کی مشہور کتابوں کے نام ثبت کئے۔ ان تین سو سے زائد علوم کو انھوں نے سات اقسام میں منقسم کیا ہے: علم الخط، علم اللسان (بشمول علم التاریخ) علم المنطق، حکمت نظریہ (طبیعیات، ریاضیات، الہیات)، حکمت عملیہ (اخلاق، تدبیر منزل اور علم السیاسۃ)، علوم شرعیہ (قراءۃ، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، کلام) اور علم التصوف۔ وجہ تقسیم آگے آرہی ہے لیکن اس تقسیم ہفتگانہ کا مذکورۃ الصدر تقسیم چہارگانہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

گیارھویں صدی کے وسط میں حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" لکھی۔ حاجی خلیفہ نے کوئی مستقل تقسیم نہیں پیش کی صرف اپنے پیشروؤں کی پیش کردہ تقاسیم دہرا دی ہیں۔ انھوں نے تقسیمیں لکھی ہیں۔

پہلی تقسیم علامہ حفید کی ہے اس کی رو سے علوم مدونہ کی دو قسمیں ہیں: علوم شرعیہ اور علوم فلسفیہ دوسری تقسیم "الفوائد الخاقانیہ" سے ماخوذ ہے۔ اس کی رو سے علوم کی دو قسمیں ہیں نظری اور

مقصود بالذات) اور عملی (علوم آلیہ) پھر نظری و عملی کے محل استعمال تین ہیں۔

ا۔ وہ علوم جو کیفیت عمل سے متعلق ہوں عملی علوم ہیں خواہ عمل ذہنی ہو جس سے متعلق علم منطق ہے خواہ خارجی ہو جس سے متعلقہ علوم طب وغیرہ دست کاریاں ہیں۔

ب۔ جو امور ہمارے اختیار میں ہیں اُن کا علم حکمت عملی ہے جیسے علم الاخلاق و تدبیر مدن ورنہ حکمت نظری

ج۔ عملی کا تیسرا مفہوم وہ ہے جو ممارست عمل پر موقوف ہو جیسے نقاشی اور خیاطہ و حیاکہ وغیرہ دست کاریاں۔ اس حیثیت سے نحو و منطق اور فقہ و طب وغیرہ عملی نہیں ہیں کیونکہ وہ مزاولت و ممارست پر موقوف نہیں ہیں۔

تیسری تقسیم بھی فوائد خاقانیہ (مصنفہ ابن صدر الدین) سے ماخوذ ہے۔ اس کا ماحصل حسب ذیل ہے۔

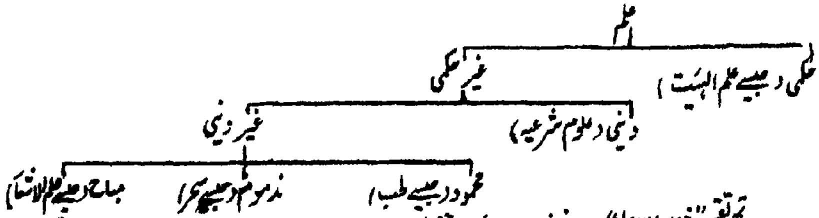

چوتھی تقسیم "شفاء السالم" سے ماخوذ ہے۔ اس کا ماحصل حسب ذیل ہے۔

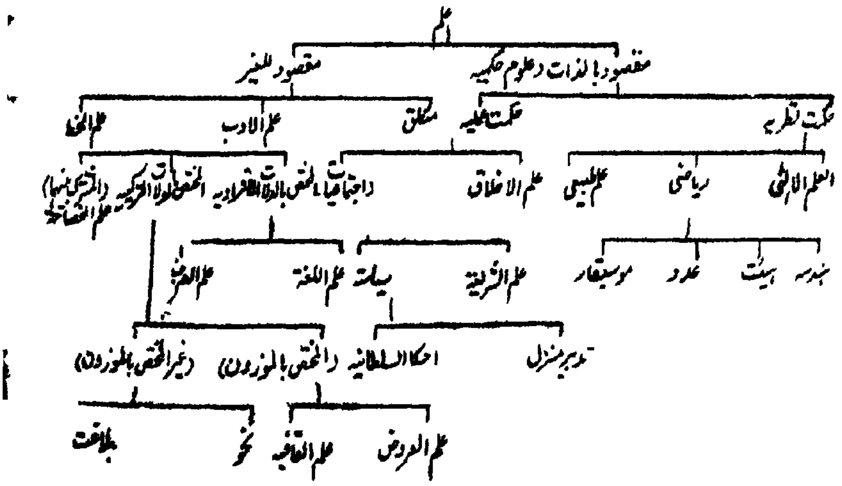

پانچویں تقسیم طاش کبریٰ زادہ کی مفتاح السعادۃ و مصباح السیادہ سے ماخوذ ہے اور اسے حاجی خلیفہ نے پسند کیا ہے چنانچہ لکھا ہے۔

"التقسیم الخامس ماذکرہ صاحب مفتاح السعادۃ وھو احسن من الجمیع"

اس تقسیم کا منشا یہ ہے کہ وجود اشیاء کے چار مراتب ہیں، کتابت، عبارت، اذہان، اعیان۔ ان میں سے پہلے تین مراتب سے جو علوم متعلق ہیں وہ آلی ہیں اور مرتبہ رابعہ (اعیان) سے متعلقہ علوم یا عملی ہوتے ہیں یا نظری اور یہ دونوں یا تو شرع سے ماخوذ ہوتے ہیں یا نہیں۔ اس طرح علوم کی سات قسمیں ہیں

۱۔ علم الخط
۲۔ علم اللسان (بشمول علم تاریخ)
۳۔ علم المنطق
۴۔ حکمتِ نظریہ (العلم الالٰہی، علم طبیعی، ریاضی)
۵۔ حکمت عملیہ (اخلاق، تدبیر منزل، علم السیاسۃ)
۶۔ علوم شرعیہ (قرأۃ، تفسیر، حدیث، فقہ، اصولِ فقہ علم الکلام)
۷۔ علم تصوف

ظاہر ہے ان تمام تقاسیم کا مبینہ تقسیم چہارگانہ سے کوئی تعلق نہیں۔ غرض اسلامی ثقافت کی اس طویل تاریخ میں حکماء و متکلمین میں سے کسی کے یہاں "مبینہ تقسیم چہارگانہ" دیکھنے میں نہیں آئی۔ لہٰذا یہ "تقسیم چہارگانہ" نہ تو متقدمین و متاخرین حکماء و متکلمین کا متفقہ قول ہے،

(۲) نہ اُن کی کسی جماعت کا قول ہے، اور

(۳) نہ اُن کے کسی فرد کا قول ہے

البتہ حاجی خلیفہ (المتوفی ۱۰۶۸ھ) نے گیارہویں صدی ہجری کے وسط میں "کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون" کے اندر حکمت اشراق کے سلسلے میں لکھا تھا کہ

"واما الحکمۃ الاشراق فھی من العلوم الفلسفۃ بمنزلۃ التصوف من العلوم الاسلامیۃ کما ان الحکمۃ الطبیعۃ والالٰھیۃ منھا	رہا اشراقی فلسفہ تو اس کا فلسفیانہ علوم میں وہی مرتبہ ہے جو تصوف کا اسلامی علوم میں جس طرح حکمتِ طبیعیہ و الٰہیہ کی فلسفہ کے اندر وہ حیثیت ہے جو علم کلام کی اسلامی

بمنزلة الکلام منہا[1] علوم میں

اور اس کی توضیح میں لکھا تھا کہ نفسِ انسانی کی سعادت "غایۃ" مبدء و معاد کی معرفت میں ہے اور اس کے دو طریقے ہیں: نظر و استدلال اور ریاضت و مجاہدات۔ طریق اول کا سالک اگر کسی پیغمبر کی شریعت کا تابع ہو تو متکلم کہلاتا ہے ورنہ مشائی اور طریق ثانی کے سالک کی ریاضت اگر احکام شرع کے موافق ہوں تو صوفی کہلاتا ہے ورنہ اشراقی۔ فرماتے ہیں۔

"والطریق الی ھذہ المعرفۃ من	مبدء و معاد کی معرفت کے دو طریقے ہیں: ایک
وجہین: احدھما طریقۃ اھل النظر	اہل نظر و استدلال کا طریقہ ہے اور دوسرا ارباب
والاستدلال وثانیھما طریقۃ اھل	ریاضات و مجاہدات کا۔ پہلے طریقہ کے عاملین
الریاضۃ والمجاھدات والسالکون	اگر کسی نبی کے دین کے پیرو ہوں تو متکلمین کہلاتے
للطریقۃ الاولیٰ ان التزموا ملۃ	ہیں ورنہ حکمائے مشائین۔ اسی طرح دوسرے طریقہ
من ملل الانبیاء علیھم الصلوٰۃ	پر چلنے والے اگر اپنی ریاضت و مجاہدہ میں احکام
والسلام فھم المتکلمون والا فھم	شرعیہ کی موافقت کرتے ہوں تو صوفی کہلاتے
الحکماء المشاؤن۔ والسالکون الی	ہیں ورنہ حکمائے اشراقین۔ . . . . . .
الطریقۃ الثانیۃ ان وافقوا فی ریاضتھم	. . . .
احکام الشرع فھم الصوفیۃ والا فھم	. . . .
الحکماء الاشراقون"[2]	. . . .

پس اگر حکیم صاحب کے نزدیک "فلاسفۂ میزانیین و متکلمین" کا مصداق حاجی خلیفہ ہی کی تخصیص میں منحصر ہو سکتا ہے تو انھیں وضع اصطلاح کا حق حاصل ہے بقول محقق طوسی "فللمصطلحین ان یعبروا عن کل معنی بعبارۃ یریدون انھا مناسبۃ لذلک المعنی" لیکن یہ کوئی مناسب اصطلاح نہ ہوگی کیونکہ ظاہر الفاظ کی وسعت کے مقابلے میں مصداق بہت ہی تنگ و محدود ہے۔ اس عرضداشت کا مقصد حاشا و کلا حاجی خلیفہ کا

---

[1] کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون جلد اول ص ۴۴۴۔ [2] ایضاً

استخفاف وازدراء نہیں "تاریخ تدوین علوم" کے باب میں اُن کی کشف الظنون ایک واجب الاحترام علمی کارنامہ ہے، لیکن فارابی وابن سینا، ابوالہذیل العلاف، ابواسحق النظام، امام اشعری وقاضی باقلانی، امام غزالی وامام رازی، محقق طوسی وقطب الدین شیرازی، کاتبی قزوینی وایثر الدین ابہری، سراج الدین ارموی و قاضی عضدالدین جیسے فحول حکماء ومشاہیر متکلمین کے مقابلے میں حاجی خلیفہ کو "فلاسفہ میز ابین وتکلمین" کا مصداق قرار دینا فرقِ مراتب کی عدم مراعاۃ کے مترادف ہوگا۔

نیز ان افاضلِ روزگار کی خاموشی بلکہ تبادل طریق تقسیم کے پیشِ نظر اگر اس دلیل میں زیادہ وزن نہ رہے تو غالباً بیجا نہ ہوگا۔

تقسیم چہارگانہ کی عدم جامعیت | پھر یہ تقسیم جامع بھی نہیں ہے۔ علمائے لسانیات (نحاۃ واہل لغت) کو تو چھوڑیئے خود علماء تفسیر وحدیث اور فقہاء واصولیین کے لئے "عالم" کے مبینہ اقسامِ اربعہ میں سے کسی قسم کے تحت محسوب ہونے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ شق تو قطعاً ناقابلِ اعتبار ہے کہ ان علماء کرام کو "عالم" کے مصداق ہی سے خارج کر دیا جائے کیونکہ عامۃ اہل علم کا اجماع ہے کہ یہ حضرات "عالم" ہیں بلکہ اکثر لوگ تو علم کا مصداق صرف تفسیر وحدیث اور فقہ ہی میں منحصر سمجھتے ہیں، چنانچہ ان علوم کی جلالتِ شان کے بارے میں یہ اشعار نقل کئے ہیں:-

كل العلوم سوى القرآن مشغلة الا الحديث والا الفقه في الدين

العلم ما كان فيه قال حدثنا وما سوى ذاك وسواس الشياطين

صرف یہ شق باقی رہ جاتی ہے کہ چونکہ یہ حضرات (۱) تابع دین سماوی ہیں (تبع اسلام ہیں) اور (۲) استدلال سے کام لیتے ہیں (ہر چند کہ اُن کا استدلال محض استشہاد بالکتاب والسنۃ تک محدود رہتا ہے) لہٰذا انہیں بھی متکلمین ہی کے زمرے میں محسوب کیا جائے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ یہ حضرات اس تلقب کو تنابز سے کم نہیں سمجھتے۔ ان کے نزدیک کلام ایسی گمراہی ہے جس سے زیادہ سوائے شرک کے اور کوئی گناہ نہیں ہے چنانچہ امام ابویوسفؒ سے (بعض حضرات کے نزدیک امام شعبی سے) مروی ہے

"من طلب الدين بالكلام تزندق"[1]

[1] جس نے دین کو علم کلام کی مدد سے حاصل کیا وہ زندیق ہو گیا۔

اسی طرح امام شافعیؒ سے مروی ہے

"ماتردی احد فی الکلام فافلح"[۱]

انہیں سے دوسری روایت ہے

لو علم الناس ما فی الکلام فی الاھواء لفروا منہ کما یفر من الاسد[۲]۔

تیسری روایت ہے

"لان یبتلی المرء بکل ما نہی اللہ عنہ سوی الشرک خیر لہ من الکلام"[۳]

چوتھی روایت ہے۔

"حکمی فی اھل الکلام ان یضربوا بالجرید والنعال ویطاف بھم فی القبائل والعشائر ویقال ھذا جزاء من ترک الکتاب والسنۃ واقبل علی الکلام"[۴]

ظاہر ہے جب کلام سے یہ روایتی بغض و عناد ہو (ہر چند کہ امام اشعری کے بعد سنجیدہ علمائے کرام نے اس مذمت میں تعدیل کر دی) تو علمائے دین (حضرات مفسرین و محدثین و فقہاء) خود کو متکلمین کے زمرہ میں محسوب کرانا یقیناً پسند نہ فرمائیں گے۔

غرض "عالم" کی یہ بیشتر تقسیم چہارگانہ جامع نہیں ہے اور ظاہر ہے کہ ایک غیر جامع تقسیم اتنی وزنی نہیں ہو سکتی جیسا کہ ایک جامع تقسیم ہوا کرتی ہے۔

---

[۱] کوئی شخص علم کلام میں مشغول ہو کر فلاح یاب نہیں ہوا

[۲] اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ علم کلام میں کیا بدعات و اہواء بھری ہوئی ہیں تو وہ اس سے اس طرح بھاگیں جیسے شیر سے بھاگتے ہیں

[۳] اگر کوئی شخص شرک کے سوا اتنی منہیات شرعیہ میں مبتلا ہو جائے تو یہ علم کلام میں مشغولیت سے بہتر ہے۔

[۴] اہل کلام متکلمین کے بارے میں میرا حکم یہ ہے کہ ان کے چھڑیاں اور جوتے لگائے جائیں اور قبائل میں ان کی تشہیر کرائی جائے اور یہ اعلان کرایا جائے کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جس نے قرآن و حدیث کو پس پشت ڈال دیا اور علم کلام کی تحصیل میں مشغول ہو گیا۔